ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

اعظم خان

پی ایچ ڈی اسکالر شعبہ اردو جامعہ پشاور

ڈاکٹر ولی محمد

لیکچرار، شعبہ اردو جامعہ پشاور

اُردو افسانوی ادب میں چارسدہ کے ادیبوں کی خدمات کا تحقیقی جائزہ

Azam Khan*
PhD Research Scholar, Department of Urdu, University of Peshawar.
Dr. Wali Muhammad
Lecturer, Department of Urdu, University of Peshawar.

Corresponding Author:

A Research Review of the Contributions of Charsadda Writers to Urdu Fiction

Abstract

The writers of Khyber Pakhtunkhwa, besides poetry and non-fictional prose, have also paid considerable attention to fiction. For instance, Dr. Izhar Ullah Izhar published a short story collection comprising sixteen stories under the title Aakhri Afsana. In addition, he authored two novels titled Dawam and Aakhri Muhabbat .Muhammad Siddiq Akhunzada published short story collections entitled Kachehri Ki Duniya, Kachehri Ki Jhalakiyan, and Kachehri Ki Zindagi. He also wrote novelettes titled Ujrati Qatil, Kachehri Ka Pagal, and Mafroor. Muhammad Arshad Saleem authored a novel titled Shaam-e-Baharan. Besides these, the short stories of Atif Murad have been published in various literary journals.The fiction of all these writers reflects local issues such as terrorism and the social and cultural suffocation of Pashtun society, along with global literary trends. Muhammad Siddiq Akhunzada has drawn the material for his stories from the judicial world, whereas Izhar Ullah Izhar's works exhibit a blend of romanticism and social realism.This research paper

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37
ماخذ تحقیقی مجلہ

highlights the contributions of the writers of District Charsadda to fiction.

Key Words: *Charsadda, Urdu Fiction, Izhar Ullah Izhar, Muhammd Saddiq Akhunzada, Arshad Saleem, Atif Murad, Short Stories, Novel, Analysis.*

خیبر پختونخوا کے اُردو اُدباء نے دوسری زبانوں (علاقائی زبان) کے ساتھ ساتھ اُردو یعنی قومی زبان کو اپنے احساسات، جذبات، نظریات اور خیالات کا بہترین وسیلہ بنایا ہے۔ اس کی خاص وجہ دراصل اُردو زبان کی اپنی داخلی مٹھاس اور دلکشی ہے۔ اس وجہ سے یہاں کے ادیبوں نے اصنافِ نظم و نثر دونوں میں اختراعی تخلیقی کاوشیں کی ہیں۔ اور منفرد موضوعات پر اچھی اور قابلِ قدر تصانیف تخلیق کی ہیں۔ اس تناظر میں خیبر پختونخوا کا خطہ ادبی لحاظ سے منفرد مقام کا حامل ہے۔ اس خطے کا قلم کے ساتھ رشتہ کافی قدیم ہے۔ ڈاکٹر میاں ہمایوں لکھتے ہیں۔

> "صوبہ سرحد میں اردو زبان و ادب کے ارتقاء کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا دشوار نہیں تو آسان بھی نہیں۔ تحقیق کے مطابق "تفسیر ہندی" یہاں کا قدیم ترین نثری نمونہ ہے۔ اگرچہ اس کتاب کے ابتدائی صفحات تلف ہونے کی وجہ سے مصنف اور سن کے بارے میں کوئی رائے دینا مشکل ہے۔ لیکن رسم الخط، کتابت اور کاغذ کے اعتبار سے ماہرین کا خیال ہے کہ یہ نسخہ چھے سو سال پرانا ہے۔ دوسرا قدیم نثری نسخہ بھی مذہب سے متعلق ہے اور ایک صوفی بزرگ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کا نام "خیر البیان" اور سن تصنیف ۱۵۳۰ء ہے۔ جس کے مصنف کا نام پیر روخان خان بایزید انصاری ہے۔ مصنف نے یہ کتاب چار زبانوں عربی، فارسی، پشتو اور ہندی (اردو) میں لکھی۔"(۱)

چارسدہ میں اردو زبان و ادب کی بات کی جائے تو یہاں پشتو زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان نے بھی ترقی کے منازل طے کیے ہیں۔ جہاں تک چارسدہ میں افسانوی ادب کا حوالہ ہے تو یہاں کے اُدباء نے ناول، افسانہ اور ڈراما نگاری کے حوالے تخلیقی بنیادوں پر کام کیا ہے۔ وہ ادیب جنھوں نے یہاں فسانوی ادب کی عمارت کو مستحکم بنیادیں فراہم کی ہیں۔ ان میں سے ایک اہم نام ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار بھی ہے۔

ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار بیک وقت ماہر تعلیم، ایک ہمہ جہت ادیب اور فن و فکر سے مملو مدرس، یہ تمام صفات اس کی شخصیت میں نکھار پیدا کرتی ہیں۔ ایک ادیب ہونے کے ناطے انہوں نے کئی ایک افسانے اور ناول لکھے ہیں۔ افسانوی مجموعہ آخری افسانہ سولہ افسانوں پر مشتمل ہے۔ انھوں نے دوام اور آخری محبت کے عنوانات سے دو

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37
ماخذ تحقیقی مجلہ

ناول بھی لکھے ہیں۔ ان کے افسانوں اور ناولوں میں صوبہ خیبر پختونخوا کی سماجی زندگی کی جھلک نظر آتی ہے۔ ان کے افسانے ہوں، ناول یا شاعری ہو، سب میں سماجی و معاشرتی انسانی کرب، ان کے مسائل اور تہذیبی اونچ نیچ کے متضاد زاویے ملتے ہیں۔ ایک پختہ ادیب کی حیثیت سے وہ اپنے اظہار کا راستہ شعوری طور پر تلاش نہیں کرتا ہے بلکہ کوئی بھی موضوع یا سماجی پہلو، انسانی مسائل، مذہبی رجحان یا معاشرتی متفرق رویّے خود بخود قلم کی نوک تک آتے ہیں اور زبان وبیان کا لبادہ اختیار کرتے ہیں۔

> "ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار باقاعدہ افسانہ نگار نہیں ہے لیکن وہ افسانہ جیسی صنف کے فن پر عبور رکھتے ہیں۔ وہ افسانوں کی طرف اس لیے متوجہ ہوئے کہ جدید انسان کے مسائل اور خاص کر وہ مسائل جو سائنسی ایجادات کی وجہ سے وجود میں آئے تھے۔ ان کے بارے میں اس کے ذہن میں جو خاکہ موجود تھا اور وہ ان مسائل کو اپنے قاری کے سامنے لانے کی خواہش رکھتے تھے۔ یہ مسائل وہ نظم یا غزل میں بھی سامنے لا سکتے تھے۔ لیکن شاید پھر یہ وہ اثر پیدا نہیں پاتے جو افسانہ میں اس نے اپنا اثر پیدا کیا اور قاری کو متاثر کیا۔ ایک تخلیق کار یہ ہنر خوب جانتا ہے کہ میرا یہ خیال کس صنف میں قاری پر زیادہ اثر کرے گا اور یہی ہنر ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار کے پاس بھی ہے۔"[۲]

ان کے ناولوں میں براہِ راست پشتون سماج کے ساتھ ایک پورے دور کی نقاب کُشائی کرنے کی سعی ملتی ہے۔ اس مجموعے میں "بازیافت"، "رابطے"، "اکائی"، "پروفیسر"، "محبت" جنریشن گیپ"، "بلاجواز"، "آخری افسانہ"، "پچھتاوا"، "افسانہ کی تکمیل"، "فریکونسی"، "سزا"، "پہلی بارش"، "واپسی"، "سچائی"، "محبت کا سفر" شامل ہیں۔ ان کے افسانوں میں زندگی کے کثیر الجہات المیوں اور انسانی مسائل کی پرچھائیاں جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔ وہ خوبصورت طریقے سے کرداروں اور مناظر کے تانے بانے سے سماج میں عورت اور مرد کے درمیان، گھریلو مسائل، ازدواجی زندگی میں کشمکش، انتشاریت، ذہنی و نفسیاتی تناؤ، معاشی ناآسودگیاں، تعلیمی فقدان، ظلم و جبر، تشدّد، ہراسیت اور دوسرے معاشرتی تلخ و طنز آمیز پہلو کی عکاسی کرتا ہے۔ افسانہ "سزا" میں دوسری شادی کے بارے جس ایسے کی طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے وہ صرف ایک خطے یا ایک معاشرے تک محیط نہیں ہے بلکہ جدید دور کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ راحیلہ اور شفیق جو کہ دونوں دوست تھے لیکن شادی کے بندھن میں بندھنے کے بعد راحیلہ پہلی شادی کا راز افشا کرنے کے بعد وہ شفیق سے سزا کی سزاوار ٹھہرتی ہے لیکن جب شفیق بڑے تحمل کے ساتھ اس کی بات سن کر گویا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37
ماخذ تحقیقی مجلہ

ہو جاتا ہے اور کہہ اُٹھتا ہے کہ کوئی بات نہیں میں خود شادی شدہ ہوں اور پہلی بیوی بانجھ ہے اس لیے آپ سے دوسری شادی کرلی ۔۔۔اگرچہ اب ہم دونوں برابر ہیں اس لیے تم اپنی دوسری سوتن کو قبول کرلو۔۔۔تب جذبات، محبت اور نفرت کی ملی جلی کیفیت نے اسے زندگی کے ایک نئے موڑ سے متعارف کروایا۔مصنف نے اس المیے کو کس انداز میں بیان کیا ہے۔ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے۔

"راحیلہ !تم بھی میری پہلی بیوی نہیں ہو۔میری ایک اور بیوی بھی ہے جسے میں نے بانجھ کے جرم میں میکے بھیج دیا ہے لیکن اگر وہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے تو اس میں بے چاری کا کیا قصور ہے۔سوچتا ہوں اسے بھی یہاں بلالاؤں۔راحیلہ حیرت اور بے یقینی کی ملی جُلی تصویر بنی رہی اور کچھ بھی نہ کہہ سکی۔وہ سوچ رہی تھی کہ سیدھا سادہ خاموش نظر آنے والے شفیق کے منہ میں زبان کیونکر پیدا ہوئی اور وہ کتنا عیار ہے۔"(۳)

اس افسانے میں عورت کی آزادی کو اس کے نفسیاتی شعور سے جوڑدیا گیا ہے۔مصنف نے ایسی ہی ایک عورت کی کہانی بیان کی ہے جو عورتوں کی باتوں میں آکر اپنا ہی گھر اُجاڑنے کی کوشش کرتی ہے۔تانیہ جس کا شوہر فواد ہے۔فواداس سے بہت ہی محبت کرتا ہے اور سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ تم جو مجھ سے روگردانی کرتی ہو اور "مرد" کے خلاف علم بغاوت بلند کرتی ہے دراصل یہ صرف بہکاوا ہے جو آپ کو مجھ دور کرنا چاہتا ہے۔لیکن تانیہ ہر محاذ پر فواد کے سامنے سراپا احتجاج نظر آتی ہے۔جس سے دونوں کے درمیان شدید زبانی تکرار کے بعد تنازعہ شدت اختیار لیتا ہے جو دونوں کی جدائی پر منتج ہوتا ہے۔لیکن فواد کی دانشمندی اور حکمت بھری باتوں نے اسے آئینہ دکھایا دیا۔ناول نگار نے اپنے افسانوں میں جدید دور کے مسلم معاشرے کی تہذیبی و ثقافتی، تعلیمی، مذہبی، سماجی و معاشرتی اور گھریلو مسائل اور ان کا حل تلاش کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔خیبر پختونخوا کا تہذیبی اور ثقافتی پس منظر اپنی انفرادیت کی وجہ سے پوری دنیا میں الگ مقام اور معیار رکھتا ہے اس لیے یہاں کے ادیبوں نے اس خطے کی ہر جہت اور ہر پہلو خواہ اس کا تعلق کسی قسم کے سماجی رویّوں اور رجحانات سے ہو، کی بہترین عکاسی کی ہے۔ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار کے اس افسانوی مجموعے کے متعلق ڈاکٹر سبحان اللہ لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار کے مذکورہ افسانوی مجموعے کا فکری و موضوعاتی جائزہ لیا جائے تو بیشتر افسانوں کا موضوع عہد نو کا انسان ہے۔جو مذہبی حوالے سے تشکیک،رشتوں میں دراڑ، محبت میں بے یقینی، تہذیب و اقدار میں بدلاؤ اور زندگی میں قدم قدم پر مقابلہ بازی کی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37
ماخذ تحقیقی مجلہ

وجہ سے تیز رفتاری کا شکار ہے۔ نئی اور پُرانی نسل میں ایک خلیج ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ گہری ہوتی جارہی ہے۔نئے دور کے اپنے تقاضے ہیں اور پرانی نسل کے اپنے ریت روایات ہیں جن سے ٹھکراؤ کی ایک فضا بنتی ہے اور جسے افسانہ نگار نے کمال خوبصورتی سے اپنے افسانوں میں کہانی کی صورت میں پیش کیا ہے۔افسانہ نگار نے ان مسائل کو اپنے افسانوں میں محض بیان نہیں کیا بلکہ اپنی حد تک ان کا حل بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔"(۴)

ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار کے ناول "دوام" میں متعدد کردار ہیں۔ جن میں ڈاکٹر دانیال اور پلوشہ مرکزی کردار ہیں۔پوری کہانی ان کے گرد گھومتی ہے۔ڈاکٹر دانیال یونیوسٹی میں ادبیات کا پروفیسر ہوتا ہے،شعروشاعری سے شغف اور خود تخیلاتی پیکر تراشی کی وجہ سے تخلیقی اعتبار سے دلکش اور جاذبِ نظر ہوتا ہے۔ناول میں میں ایک ایسی کہانی پیش کی گئی ہے جو عام سماجی زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔ مصنف نے ایک ایسا ہی واقعہ پیش کیا ہے جو مرد اور عورت کی محبت اور "دوسری شادی" جیسی نوعیت پر مشتمل ہے۔اس ناول میں مصنف نے مرد اور عورت کے جذبات اور احساسات کی عکاسی کی ہے۔ناول نگار نے ایک ایسی عورت کی کہانی پیش کی ہے جو ایک مرد سے شادی شدہ ہو کر بھی اس کے ساتھ دوسری شادی کے لیے رضامند ہوتی ہے لیکن مرد اس کے خلاف ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میری پہلی محبت نے شادی کے روپ میں اب دوام حاصل کی ہے اور میں کسی بھی وجہ کے بغیر شادی نہیں کر سکتا ۔"پلوشہ "چونکہ ڈاکٹر دانیال پر فدا ہوتی ہے اور اس سے شادی کرنے کی متمنی ہوتی ہے لیکن ڈاکٹر دانیال اس کی ہر بات کو ٹھکراتا ہے۔ناول "آخری محبت" میں اسی قسم کے رویّے پیش کیے گئے ہیں جو عورت اور مرد کے درمیان کسی بھی موڑ پر پیش آسکتی ہیں۔ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار کا یہ دوسرا ناول پچھلے ناول کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے۔یہ ناول ایکسپرٹ گرافکس صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور نے ۲۰۲۴ء میں شائع کی۔مذکورہ ناول کا پلاٹ بھی جامعہ پشاور کے ایک خصوصی دور کی روداد معلوم ہوتی ہے۔کیوں کہ آغاز میں مصنف ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"اس سال سرکار نے مختلف پیشوں سے وابستہ چیدہ چیدہ شخصیات کو ماحولیاتی تبدیلی کا جائزہ لینے کے لیے یکجا کر کے ملک کے طول و عرض کے دورے پر بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا یہ سفر مختصر عرصے کے اندر مکمل ہونا تھا جسے پہلے مرحلے میں ایک جدید ترکوسٹر کے ذریعے بائی روڈ طے کرنا قرار پایا تھا۔دلچسپ بات یہ تھی کہ سفر میں دیرینہ رفقاء ڈاکٹر سلمان علی،ڈاکٹر روبینہ شاہین،ڈاکٹر انتل خیالی،ڈاکٹر فرحانہ روپوش،ڈاکٹر انوار علی،ڈاکٹر فہد فواد،کرن شہزادی،

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37
ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر محمد عباس،ڈاکٹر فضل کبیر اور ڈاکٹر روح الامین شامل تھے۔جن کے آپس میں پرانے دوستانہ تعلقات تھے۔"(۵)

ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار چارسدہ میں اردو زبان و ادب کے لحاظ سے افسانوی ادب میں ایک معتبر مقام رکھتے ہیں۔ان کے جملہ افسانوی تخلیقات میں سماجی و معاشرتی پہلو کے ساتھ تہذیب و ثقافت اور مذہبی جہات کی بھی ترجمانی ملتی ہے۔چارسدہ میں اردو افسانوی ادب میں دوسرا نام محمد صدیق اخونزادہ کا ہے۔انہوں نے عدالتی نظام ،اُمور ،وہاں کے انتظامیے اور اداروں میں عوام کے ساتھ ہونے والے سلوک اور برتاؤ کو مختلف تناظر میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔محمد صدیق اخونزادہ سلیس اور آسان اسلوب کا لکھاری ہے اور حال کے واقعات کو منظم انداز میں پیش کرتا ہے۔وہ موضوعات کا چناؤ دراصل عدالتوں کے آس پاس سے کرتا ہے۔ان میں "کچہری کی باتیں"(افسانے)،"کچہری کی دنیا"(افسانے)،"کچہری کی جھلکیاں"(افسانے)،"اُجرتی قاتل"(ناولٹ)، "عدالتوں کے آس پاس" (عدالتی شخصیات)،"عدالت کی دہلیز پر"(عدالتی شخصیات)،"کچہری کی زندگی" (افسانے)، "شناسا چہرے" (عدالتی شخصیات)،"یادیں گزرے وقتوں کی"(آپ بیتی)،"کچری کا پاگل"(ناولٹ)،"مفرور"(ناولٹ)۔۔۔۔وغیرہ شامل ہیں۔"کچہری کی جھلکیاں" میں کئی ایسے افسانے ہیں جو سماجی و معاشرتی المیوں،مسائل اور ناہمواریوں کے ترجمان ہیں۔افسانہ "ایسا بھی ہوتا ہے" اسی نوعیت کا ایک افسانہ ہے جس میں انہوں نے ایک پولیس کانسٹیبل کی کہانی پیش کی ہے۔یہ ایک یک پہلو واقعہ ہے جو شیرین گل کے ساتھ ملازمت کے زمانے میں پیش آتا ہے۔شیرین گل اپنے خاندان کا واحد سہارا ہوتا ہے۔وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد محکمہ پولیس میں ملازمت اختیار کرلیتا ہے۔دورانِ ملازمت ایک مرتبہ وہ ایک مجرم کو عدالت میں پیشی کے لیے لے جارہے تھے کہ راستے میں سینئر کے حکم کے سامنے وہ مجبور ہوکر اس کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں کھول دیتا ہے اور اس کی جگہ ایک بھکاری اور گونگے شخص کو ہتھکڑیاں پہنا کر مجسٹریٹ کے پاس لے جاتا ہے۔جب اس کا علم اعلیٰ عہدیداروں کو ہوا تو انہوں نے شیرین گل کی معطلی کے احکامات جاری کیے۔جب اس امر کا خبر شیرین گل کے والد کو ہوا تو انہوں نے حکام بالا سے التماس کی اور کئی جواز پیش کیے۔جس کی وجہ سے اس کا بیٹا دوبارہ بحال کیا گیا۔زیرِ نظر اقتباس ملاحظہ کیجیے جس میں اسی نقطے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

"ایک دن کچھ ملزموں کے ساتھ ۱۵۱/۱۰۷ کے ایک ملزم کو بھی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنے کچہری گیا۔جب ملزم عدالت کے سامنے پیش کیا گیا تو مجسٹریٹ نے ۱۵۱/۱۰۷ کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37

> ملزم کو ضمانت پر رہا ہونے کا حکم صادر کیا اور دیگر ملزمان کو جیل بھجوانے کا آرڈر دیا۔ ملزم جب عدالت سے باہر آئے اور انہیں جیل لے جارہا تھا، تو ۱۵۱/۱۰۷ والے کے بھائی آکر شیرین گل ہیڈ کانسٹیبل کے ہاتھ میں چھپکے سے کچھ تھما دیا اور ملزم کے ہاتھ سے ہتھکڑی کھولنے کی التجا کی، ساتھ ہی ماتحت سپاہیوں نے ہیڈ کانسٹیبل سے کہا کہ یہ تو سراسر ناجائز ہے۔ بغیر ضمانت نامہ داخل کئے ہم اس کو کیسے رہا کرسکتے ہیں؟ ہیڈ کانسٹیبل نے کہا یہ اس کی ذمہ داری ہے۔ پوچھ گچھ اس سے ہوگی۔ سپاہی اپنے سینئر کی بات سن کر خاموش ہوئے اور اس نے ملزم کی ہتھکڑیاں کھول کر اس کو رہا کیا۔"[٦]

محمد صدیق رؤف اخونزادہ کا دوسرا افسانوی مجموعہ "کچہری کی باتیں" ہے۔ یہ افسانوی مجموعہ ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا تھا۔ اس مجموعہ میں کُل بارہ افسانے شامل ہیں۔ ان میں " حکم التواء کا ڈاکٹر"، " حبس بے جا"، "نمبر دار کی دوستی"، "خالی آسامیاں"، "اہلکار کی بندش"، " مقدمہ ریمانڈ"، "پھانسی کا مجرم"، "فرض شناس مدرس"، "چائے خانہ کا گپ شپ"، " پیرول پر رہائی"، "گلاب گل" اور انتقالِ وراثت" جیسے افسانے شامل ہیں۔ اس افسانوی مجموعے کے افسانوں کے موضوعات میں قانونی وعدالتی رنگ بدرجہ اُتم موجود ہے۔ قانون کی نظر میں سزا و جزا کا عمل کسی کے لیے بھی معین کیا جاسکتا ہے اس لیے ان میں عدالتی اُمور، قانونی دیکھ بھال، انتظامیہ کا عمل و ردِ عمل، ملزم اور الزام کا تانابانا، گھریلو مسائل اور دوسرے تنازعات سے ابھرنے والے المیے موجود ہیں جو حقیقی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ چونکہ ان کی ساری زندگی عدالتوں، جیل خانوں، مجسٹریٹ ۔۔۔۔اور قانونی امیروں و مشیروں کی صحبت میں گزری ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جن پہلوؤں کی عکاسی کی ہے وہ معاشرے کے بنیادی مبادیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ "کچہری کی باتیں" عنوان سے ظاہر ہے کہ اس میں زیادہ تر سماجی و معاشرتی لحاظ سے کچہری میں پیش آنے والے مسائل کی نشان دہی کی ہے۔ افسانہ "گلاب گل" میں بھی اسی نوعیت کی سماجی خرابی سے پردہ اُٹھایا گیا ہے۔ گلاب گل افسانے کا مرکزی کردار ہے۔ یہ زندگی کا حقیقی اور چلتا پھرتا کردار ہے جو عام زندگی میں اور حالات میں دیکھا جاسکتا ہے۔ وہ پرائمری سکول کا طالب علم ہوتا ہے اور ماسٹر خلیل کا شاگرد ہوتا ہے۔ اُستاد ہمیشہ اپنے شاگردوں کو نصیحت و فصیحت کا سبق دیتا رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ میرے سب شاگرد زندگی کے کسی بھی راہ پر نہ بھٹکیں۔ لیکن "گلاب گل" نے اپنے استاد کی نہیں مانی۔ وہ مرغیاں اور بٹیریں پالنے کا عادی تھا اور کبھی کبھی ان کا اکھاڑہ بھی کیا کرتا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی یہ عادت بڑھتی ہی جارہی تھی اور وہ وقت کے ساتھ بارُعب انسان بن

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37
ماخذ تحقیقی مجلہ

گیا۔انہوں نے اپنا حجرہ بنایا جس میں بڑے بدمعاش لوگوں کے ساتھ پولیس اور انتظامیہ کے بڑے عہدیدار بھی اٹھک بیٹھک کرتے رہے۔ایک موقع پر جب وہ آکھاڑے میں مرغ کا لڑاوا (مقابلہ) ہارتا ہے اور لوگ اس کا مذاق اُڑاتے ہیں تو وہ طیش میں آکر حاضرین پر فائرنگ کرتا ہے جس کے نتیجے میں ایک شخص موقع پر دم توڑ دیتا ہے۔اسی وجہ سے پولیس اس کے گھر کا بھی بُرا حشر کر دیتی ہے اور ساتھ ہی گلاب گل کو بھی پھانسی کی سزا سنائی دیتا ہے۔اس واقعے کو کس انداز میں بیان کرتا ہے۔ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے گا۔

> "آکھاڑے میں شور اُٹھا گلاب گل کا مرغ ہار گیا۔جواری سفید گل کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈال رہے تھے۔آکھاڑے میں کافی شور و غل مچ گیا تھا۔اچانک ایک نعرہ لگایا گیا کہ گلاب گل کا مرغ ہار گیا۔لوگوں نے گلاب گل کے خلاف شدید نعرہ بازی شروع کر دی جس سے اسے سخت شرمندگی ہو رہی تھی۔غصے میں آکر اس نے پستول نکال لیا اور مخالفین پر فائرنگ کر دی۔جس سے ایک آدمی موقع پر ہلاک ہو گیا۔۔۔اس کے خلاف مقدمہ تھانہ میں درج ہوا۔پولیس اس کی گرفتاری کے لیے مسلسل چھاپے مار رہی تھی۔ایک دن پولیس نے ان کے گھر پر چھاپہ مارا بہت توڑ پھوڑ کی کھانے پینے کے برتن کئی چارپیاں ٹی وی سیٹ اور دیگر سامان پاؤں تلے روند ڈالا چھت کے پنکھے بھی اتارے گئے اور انہیں بھی خراب کر دیا۔"(۷)

محمد صدیق نے کئی افسانے لکھے ہیں جو مختلف مجموعوں کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔اسی لحاظ سے افسانوی ادب اور خصوصاً افسانہ نگاری میں اور ناولٹ نگاری میں ان کا مرتبہ و مقام کافی بلند ہے۔

محمد ارشد سلیم بھی چارسدہ میں اردو افسانوی ادب میں بڑا حوالہ ہے۔انہوں نے زمانہ طالب علمی اور صحافیانہ دور میں کئی افسانے اور ناول لکھے ہیں۔"شامِ بہاراں" ارشد سلیم کا ایک موضوعاتی ناول ہے۔کہانی میں چارسدہ یونیورسٹی "باچاخان یونیورسٹی چارسدہ" میں سال دو ہزار تیرہ میں ہونے والے حادثے کی روداد ہے۔مصنف چونکہ خود اسی جامعہ کا طالب علم تھا اس لیے ذاتی محبت اور عقیدت کی وجہ سے انہوں نے اسی المیے کو موضوع بنایا ہے۔ناول "شامِ بہاراں" میں مصنف نے کئی کردار پیش کیے ہیں جن سے ناول نگار اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ناول کا آغاز کچھ اس طرح کی منظر کشی سے شروع ہوتا ہے۔ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37
ماخذ تحقیقی مجلہ

"وہ سال دو ہزار تیرہ کے موسمِ بہار کا روشن دن تھا۔یونیورسٹی کے چمن نے سر سبز چادر اوڑھ رکھی تھی۔کیاریوں کا جوبن بام پر پہنچ چکا تھا۔پیڑپودوں کی مہک اور پھولوں کی خوشبواحساسِ جمال رکھنے والوں کو مدہوشی کے سمندر میں غرق کرنے پر آمادہ تھی۔خودرو پیلے پھولوں کی نزاکت عروج اور بادِ بہاری کو بھی خوب اٹھکیلیاں سوجھ رہی تھی۔"(۸)

محمد ارشد سلیم نے اپنی مٹی اور تعلیمی درسگاہ سے محبت کا ثبوت دیتے ہوئے ایک ایسی کہانی تخلیق کی ہے جس میں حقائق کی بازیافت نہیں بلکہ اس ناول میں ایک دور اور اس میں ہونے والے کئی المیوں کی داستان بھی ہے۔یہ پوراناول سانحہ باچاخان یونیورسٹی اور اس کے طالب علموں کے گرد گھوم رہاہے۔ایسا کوئی منظر نہیں ہے جس کو ناول نگار نے نہ چھوڑاہو۔ناول میں جامعہ باچاخان کے معلمین،ڈاکٹرز،پروفیسرز اور طالب علموں کے مابین ہونے والے تبصرے اور بیانات کا احاطہ کیا گیاہے۔ناول نگار نے دیدہ ریزی کے ساتھ اُن تمام حوالوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جن کی وجہ سے جامعہ چارسدہ حادثے کا شکار ہوا۔ناول میں مختلف کردار پیش کیے گیے ہیں۔جن میں ڈاکٹر منصور حسین،دانش کمال،مشال،عینی،ڈاکٹر فیصل،ہمایون اعجاز،تقویم الحق،مدثر،انس،ڈاکٹر عبدالشکور،،ڈاکٹر ساجد،میاں عادل حسین،ڈاکٹر فواد،سلمان،کمال،احمد،جواد،عاصم،عدنان،حمید،احتشام،الیاس،امن خان،رحمان اللہ،اباسین، خالد مروت،صبا،شبنم،کائنات،سلمٰی،پروفیسر خالد خٹک۔۔۔۔وغیرہ شامل ہیں۔یہ تمام کردار اسی ادارے سے وابستہ ہیں جن میں مصنف خود بھی ایک کردار ہے اور ان حقائق کی بازپُرسی کررہاہے جن کی وجہ سے یہاں متشدد قسم کے حالات رونما ہوئے۔ناول میں کئی واقعات ایسے ہیں جن کی قدروقیمت اور ادبی مرتبے کا تعین کیا جاسکتاہے۔ناول میں دوسرے خوش گپیوں پر مبنی واقعات کے ساتھ ساتھ تاسف،ناخوش گواریت، غم والم،دردوکرب اور شدید غم انگیز واقعات بھی پیش کیے گیے ہیں۔ناول نگار نے کئی ایک حوالے اسی نوعیت کے مختلف مقامات پر پیش کیے ہیں۔اسی طرح کا ایک واقعہ جہاں جامعہ پر خودکش حملہ آور ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے پوری یونیورسٹی میں چیخ وپکار کی صدائیں بلند ہوجاتی ہیں۔طالب علم اور اساتذہ خوف وہراس میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔دہشت گرد چاروں اطراف سے یونیورسٹی کو گھیرے میں لیتے ہیں اور ہر طرف سے اندھادھند فائرنگ شروع کردیتے ہیں۔کئی طالب علم موقع ہی پر دم توڑدیتے ہیں اور کچھ فرار کی راہ اختیار کرکے بھاگ جاتے ہیں۔اسی واقعے اور منظر کو ناول نگار نے کس موثر انداز میں پیش کیاہے۔ایک جھلک اقتباس کی صورت میں ملاحظہ کیجیے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37
ماخذ تحقیقی مجلہ

"قاری ادریس کے ہاتھ کا اشارہ یونیورسٹی کی پشت والی باؤنڈری وال کی طرف تھا۔چند لمحوں کے لیے ہم ایسے چُپ ہوگئے گویا کسی نے دم پھونک کر ہمیں پتھر کا بنا دیا ہو۔پھر لگاتار فائرنگ ہونے لگی۔آواز بھی اب صاف سنائی دے رہی تھی اور فاصلے کا تعین بھی ہو رہا تھا۔۔اچانک دو طالب علم دفتر کے اندر داخل ہوئے،اُن کے اوسان خطا اور نہایت ہیبت زدہ تھے۔سانسیں بھی بے ترتیب تھیں۔لگ رہا تھا تیز دوڑ لگا کر آئے ہیں۔۔۔سس۔۔سر!یونیورسٹی کے اندر دہشت گرد گھس آئے ہیں!۔۔۔ایک طالب علم میرے گلے لگ کر رونے لگ گیا۔"(۹)

جب دہشت گرد یونیورسٹی میں داخل ہوجاتے ہیں اور ہر کسی کو گولیوں کا نشانہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔اسی اثناڈاکٹرز،پروفیسرز اور طالب علم سب حواس باختہ ہوتے ہیں اور چھپنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرتے ہیں ۔لیکن اس کے باوجود کچھ طالب علم اور یونیورسٹی کے ملازمین اس حادثے میں زخمی اور کچھ شہید ہوجاتے ہیں۔ناول نگار نے اس منظر کو کس طرح مکالموں کی صورت میں پیش کیا ہے۔ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔

"ہاں، آج شامِ بہاراں تھی اور شام سے شام تک روح،بدن اور اعصاب کو بار بارپُلِ صراط سے گذرنا پڑا۔۔۔انگریزی ادب کا طالب علم سمیع اللہ اسپتال میں موت سے بدتر حالت میں پڑا تھا۔۔۔بی ۱۴۶ پر گولیوں کی برسات صدیق اللہ اور حافظ آصف کی زندگی بہا کر لے گئی۔صدیق اللہ نے شدید دھند کی وجہ سے اُسے جانے نہیں دیا اور آصف کی کتاب حیات اپنے دوست کی خواہش کے احترام میں بند ہوگئی۔۔۔بی ۱۶۲ کے عاصم اور خالد کو زخموں میں لت پت اپنے ساتھیوں کی دردناک موت پر روتے روتے نشہ دے کر سلا دیا گیا تھا۔۔۔سلمان،کمال،جواد،احمد اور ڈرائیور رحمان اللہ کو سر پر گولیاں لگی تھی۔"(۱۰)

مجموعی طور پر محمد ارشد سلیم نے ناول میں ایک علمی درسگاہ میں ہونے والے حادثے کی روداد بیان کی ہے۔جس میں دہشت گردوں اور حملہ آوروں کی انتہا پسندی کی وجہ سے ہونے والی جانی ومالی نقصان اور خوف وہراس کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ناول نگار نے کہانی میں حقیقی کرداروں کی مدد سے حقیقی منظر کشی کی ہے اور تاریخی واقعہ کو صفحہء قرطاس پر رقم کیا ہے۔اگرچہ ناول نگار نے اپنے قلم کو روک ٹوک اور مختصر بیانی تک محدود رکھا ہے لیکن اختصار کے باوجود بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ناول چارسدہ کے افسانوی ادب میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ضلع

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37
ماخذ تحقیقی مجلہ

چارسدہ میں ایسے نوجوان ادیب بھی ہیں جنہوں نے شعر و شاعری کے ساتھ ناول اور افسانے بھی تخلیق کیے ہیں۔ ان میں ایک نام عاطف مراد کا بھی ہے۔شاعر، افسانہ نگار، صحافی اور نوجوان تجزیہ نگار و مبصر کی حیثیت سے چارسدہ میں اردو ادب میں اپنا ایک خاص مقام اور اہمیت کا حامل ادیب ہے۔انہوں نے طالب علمی کے زمانے سے ادب کے ساتھ تعلق جوڑرکھا ہے۔انہوں نے متعدد اخبارات، رسائل اور ڈائجسٹوں میں اچھے اچھے مضامین اور تخلیقات شائع کی ہیں۔

ضلع چارسدہ میں اردو ادب کی ترویج و ترقی میں نوجوان نسل کی خدمات سے انحراف نہیں کیا جاسکتا ہے۔وجہ یہ ہے کہ یہی ننھے منھے ادیب ارتقا کے عمل سے گزر کر تناور درخت بن جاتے ہیں۔عاطف مراد بھی انہی نوجوان ادیبوں میں ہے جنہوں نے کم عمری ہی میں اردو ادب کی خدمت کی ٹھان رکھی ہے۔انہوں نے اب تک کئی افسانے، کہانیاں اور شعری مجموعے مرتب کیے ہیں۔انہوں نے مختلف ڈائجسٹوں، رسائل اور اخبارات میں اپنے نگارشات شائع کروائے ہیں۔ان کے افسانوں اور کہانیوں میں "اپنوں سے دور"(افسانہ)،"حیرت کدہ"،"ایک چھوٹی سی غلطی"،" اللہ معاف کرے"،(بچوں کی کہانیاں)۔۔۔وغیرہ شامل ہیں۔انہوں نے سادہ اور آسان اسلوب میں سماجی و معاشرتی برائیوں کی نشاندہی کی ہے۔ان کی تحریروں میں انسانی دکھوں اور سماجی المیوں کی چاشنی ملتی ہے۔وہ معمولی واقعے کو غیر معمولی اندازِ اسلوب میں اس طرح بیان کرتا ہے جس سے وہ سماجی سطح پر مختلف ایسی مماثل عادتوں، رویّوں اور رجحانات کی ترجمانی کرتا ہے۔ان کے افسانوں اور دوسرے مضامین میں یہی انسانی نفسیاتی واقعات کئی زاویوں سے ملتی ہے۔اسی افسانے میں جہاں ایک سماجی کھردری واقعے کو بیان کیا ہے۔اسی سے وابستہ کئی خیالات و تصورات بھی جنم لیتے ہیں۔افسانہ اپنوں سے دور میں عاطف مراد نے ایک عام خیال کو جس انداز میں پیش کیا ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔یہ ایسے فرد کی کہانی ہے جو ہر وقت مضطرب الحال نظر آتا ہے لیکن دیارِ غیر میں مزدوری اور دولت کی حرص نے اُسے اندھا بنادیا ہوتا ہے اگرچہ وہ چاہتا ہے کہ میں اپنے بچوں کے ساتھ باقی زندگی ہنسی خوشی گزاردوں لیکن تین سال وہ مزید یہ ارادہ ترک کرتا ہے کہ وہ تین سالوں میں اتنا پیسہ جمع کرے گا جس سے وہ اپنے مستقبل کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرے گا اور آنے والی زندگی کو تابدار اور پُررونق بنائے گا۔لیکن مسلسل تین سال گزارنے کے بعد بھی اسی پوزیشن پر رہتا ہے۔دولت کمانے کی لالچ اور رات دن محنت کی وجہ سے اس کا جسم مزید لاغر اور کمزور ہوجاتا ہے وہ جسمانی کمزوری کی وجہ سے اب پہلے کی طرح طراری اور تیزی سے کام کرنے سے بھی عاجز آجاتا ہے۔اب وہ سوچتا ہے کہ ان تین سالوں میں اس کے تمام اعضا کس حد تک کمزور ہوچکے ہیں۔وہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37
ماخذ تحقیقی مجلہ

سوچتے سوچتے بستر سے اُٹھ کر مزید کام کرنے سے اپنے آپ کو روکتا ہے اور واپس اپنے گھر روانہ ہو جاتا ہے۔ اس افسانے سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

"آہ مسلسل تین برس وہ اپنی تقدیر سے لڑتا رہا افسوس۔۔۔ اُس سے اُٹھنا چاہا تو کمزوری کے مارے گھٹنوں کے درد سے کراہ اُٹھا۔ اپنے بچوں کی بکھری ہوئی مسکراہٹیں اکٹھی کر کے احتیاط سے صندوق میں رکھی اور بہکے قدموں کے ساتھ چارپائی تک جا پہنچا۔ کانٹوں سے بھرے بستر نے اُسے اپنے آغوش میں لے لیا۔ اس نے اپنے آنکھیں بند کر لیں جیسے تھکن کے باعث سونا چاہتا ہو۔۔۔ لیکن اس کی یہ ناکام کوشش تھی کیوں کہ نیند اُس کی آنکھوں سے کوسوں دور بھاگ رہی تھی۔"(۱۱)

اور جب تھکن اور نفسیاتی اُلجھنوں کے سبب اس کے اعصاب بھی بوجھل پن کا شکار ہوئے تب وہ نقاہت کو چھپانے کے لیے آہستگی کے ساتھ اپنے پاؤں چارپائی کے نیچے اُتارنے کی کوشش کرتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ اب وہ مزید محنت کرنے کا اہل نہیں ہے بلکہ اُسے اپنے اہل و عیال کی ضرورت ہے۔

"سوتا جسم، جاگتی آنکھیں، کروٹ بدلتے بدلتے صبح کی اذان اس کی کانوں میں گونج اُٹھی۔ نہ چاہتے بھی اُٹھ کر اس نے نماز ادا کر دی۔ جائے نماز پر بیٹھتے بیٹھتے اس نے اپنے پھٹے پرانے کپڑوں پر نظر ڈالی جو اس وقت سامنے کی دیوار پر موجود کیل میں آویزاں تھے۔ وہ اُٹھ کر اس کے پاس گیا جیسے آج کام پر جانے کا ارادہ ہو اُس نے کپڑے بدل لیے اور ناشتہ کیے بغیر نکل گیا۔ شام کو لوٹا تو اس کا چہرہ افسردہ نہ تھا۔ اس کے بدن میں سستی کے بجائے چستی تھی۔ اُس کے خشک ہونٹوں پر مسکراہٹ مصنوعی نہیں بلکہ حقیقی تھی۔ اس کے آنکھوں میں موجود قطرے غم کے نہیں بلکہ خوشی دکھائی دے رہے تھے۔ کیوں کہ آج اُسے کمپنی کی طرف سے بونس ملا تھا۔ اس کی خوشی کی انتہا نہ تھی اُس نے اپنے گھر فون کیا کہ کل وہ آرہا ہے۔"(۱۲)

عاطف مراد نے ایک ایسی سماجی حقیقت سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے جس میں بیرون ملک مزدوری کرنے والے پچاس فیصد لوگ گرفتار ہوتے ہیں۔ غربت اور امارت کے مابین سماج میں طبقاتی کشمکش سے اسی قسم کے رویّے جنم لیتے ہیں۔ ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ معاشرے میں اچھا مقام اور حیثیت حاصل کر سکے۔ ساتھ ہی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہر انسان کی یہ چاہ بھی ہوتی ہے کہ اسے زندگی کی ہر سہولت موجود ہو، ان کا خاندان اچھا کھائے اور اچھا پئیے۔ لیکن بعض اوقات یہ آروزئیں پوری نہیں ہوتی ہیں اور چاہنے والا مختلف پریشانیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس افسانہ میں اسی قسم کی سماجی حقیقت کی ترجمانی کی گئی ہے۔ ان کا دوسرا افسانہ "حیرت کدہ" ہے جس میں انہوں نے ایک اور سماجی المیے کو بیان کیا ہے۔ دولت کی حرص انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ یہ ایک ایسے فرد کی کہانی ہے جو دولت کی خاطر دوسروں کی زندگیوں سے کھیلتا ہے۔ ایک معزز پیشے سے وابستگی کے باوجود ڈاکٹر ہوتے ہوئے بھی اس کے سامنے کسی کی جان کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ افسانے میں کرداروں کے نام متعین نہیں ہیں لیکن اس میں کئی ایک کردار ہیں جن میں شازیہ، واحد متکلم "میں" "شاہد، شازیہ کی ماں۔۔۔ وغیرہ۔ شازیہ اور اس کا مقابل کردار ایک دفتر میں کام کرتے ہیں جہاں ایک چھوٹے سے واقعے سے ان کے درمیان محبت پروان چڑھتی ہے۔ بھوک کی وجہ سے جب وہ دفتر میں شازیہ کے ٹِپن سے چوری چھپکے کھانا کھانے کی کوشش کرتا ہے تب شازیہ اُسے چور آنکھوں سے دیکھتی ہے اور اس واقعے میں محبت و نفرت اور روٹھنے و منانے کے پہلو بھی در آتے ہیں تب یہ معمولی سی دل لگی محبت اور مانوسیت میں بدل جاتی ہے اور پھر اس کے بعد شازیہ گھر سے اپنے حصے کے ساتھ اس کے لیے بھی کھانا لاتی ہے۔ بات یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ شازیہ کی سالگرہ کے موقع پر شازیہ بذاتِ خود اسے دعوت دیتی ہے اور وہ اس کے گھر چلا جاتا ہے۔ عاطف مراد نے ایک معمولی سے واقعے سے ایک بڑی حقیقت تراشنے اور آشکارا کرنے کی سعی کی ہے۔ وہ یہ کہ بعض لوگ حقیقت میں کچھ اور نظر آتے لیکن باطن میں اس طرح نہیں ہوتے ہیں۔ شازیہ کی ماں ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے کام کرتی ہے اور دولت کا سہارا لے کر وہ معصوم جانوں سے کھیلتی رہتی ہے جس کا اثر ان کے اپنے بیٹوں پر ہوتا ہے۔ وہ ہر اک غلط کام سے صرفِ نظر کرتی ہے اور حرام دولت کمانے میں اندھی ہوتی ہے۔ شازیہ اپنی ماں کے اس رویّے سے کافی نالاں رہتی ہے۔ جب سالگرہ کے دن شازیہ کا دوست اس کے گھر دعوت کی خاطر آجاتا ہے تو شازیہ اسے وہ حالات اور واقعات سے باخبر کر دیتا ہے جن کی وجہ سے نہ صرف شازیہ کی زندگی مختلف اُلجھنوں کا شکار رہتی ہے بلکہ گھر میں موجود بچوں کی بیماریاں اور جسمانی امراض کا تانتا بندھا ہوتا ہے۔ ان کے بچے بنا گوشت کے ڈھانچے ہوتے ہیں۔ جن کے بارے میں تشویش صرف شازیہ کو ہوتی ہے نا کہ اس کی ماں کو۔۔۔۔ شازیہ اپنی ماں سے بہت گلہ مند رہتی ہے کہ اپنے بیٹوں پر توجہ کیوں نہیں دیتی ہے؟ وہ کیوں دولت کی حرص میں اندھی بنی ہوئی ہے۔ اس افسانے سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37
ماخذ تحقیقی مجلہ

"پپو کیسا ہے؟اس نے اپنی بات کاٹتے ہوئے سامنے کمرے سے نکلتی ہوئی عورت سے پوچھا۔پہلے سے بہتر ہے بی بی جی۔اس نے مدھم آواز میں کہا اور پھر مجھے سلام صاحب کہہ کر نیچے چلی گئی۔

شازیہ نے کمرے کا دروازہ کھولا سامنے بیڈ میں دو بچے پڑے ہوئے دکھائی دیئے۔شازیہ نے ایک نظر اُنہیں دیکھا اور پھر آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔یہ میرے بھائی ہیں۔۔۔اُس نے بتایا، جن کے جسم میں ہڈی نام کی کوئی چیز نہیں۔ان کی ہڈیاں ان کے والدین نے کھا لیے ہیں۔"(۱۳)

یہ ایک سماجی حقیقت اور انسانی فطرت کا حصہ ہے کہ جب بھی کوئی انسان خواہ وہ زندگی کے کسی بھی شعبے سے منسلک ہو جب اس میں دولت کی حرص و لالچ حد سے بڑھ جاتی ہے تب وہ اچھے اور بُرے اور حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتا ہے بلکہ جہاں سے بھی اور کسی بھی غیر راست اور ناجائز طریقوں سے مال کمانے کی کوشش کرتا ہے۔اس افسانے میں بھی انسانی مشاہدے کو تجربے سے گزار کر اس طرح پیش کیا گیا ہے۔افسانہ "حیرت کدہ" دراصل ہمارے اسپتالوں میں موجود کرپٹ، خود غرض اور دولت کے حرص میں ڈوبے ہوئے ڈاکٹروں اور افسرانِ بالا کے منفی رویّوں کا المیہ ہے۔عاطف مراد نے ایسی ہی ایک بڑی حقیقت بیان کی ہے جن تک ہر عام انسان کا ذہن نہیں پہنچ سکتا ہے۔یہ روز کا معمول ہے کہ ہمارے دفاتر اور اسپتالوں میں اس قسم کے کالے بھیڑیے لمحہ بہ لمحہ غریبوں کا خون چوستے رہتے ہیں۔ان کے ساتھ یہی طریقے اپنائے جاتے ہیں۔بہت سے بیمار جو شاید درست تشخیص سے وہ بہتری کی طرف گامزن ہو جائے لیکن ناقص اور غیر ضروری ادویات سے اس کی زندگیاں اجیرن ہو جاتی ہیں اور موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔مختصر یہ کہا جاسکتا ہے کہ چارسدہ میں اردو ادب آغاز ہی مضبوط بنیادوں پر ہوا ہے۔یہاں کے ادیبوں نے اردو ادب کو مادری زبان سے کم درجہ نہیں دیا بلکہ اسے پشتو زبان سے بھی اعلیٰ قدریں فراہم کی ہیں۔یہی نہیں بلکہ یہاں کے ادباءنے اردو کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے اس کا خاص سبب اردو زبان کی نرمی ہے۔یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ بہت کم عرصہ میں چارسدہ میں اردو ادب نے ارتقا کی جو منزلیں طے کی ہیں، وہ اردو ادب کے مستقبل کے حوالے سے کافی حوصلہ افزا ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

حوالہ جات

۱۔ میاں ہمایوں، ڈاکٹر، خیبر پختونخوا میں اردو نثر کا ارتقاء، قیامِ پاکستان کے بعد، جی سی یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص:۲

۲۔ فارغ بخاری، سرحد میں اردو، مشمولہ "اباسین میں اردو" جلد سوم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان۔ ۲۰۰۶ء، ص:۳

۳۔ اظہار اللہ اظہار، ڈاکٹر، آخری افسانہ، ادب محل، سٹی ٹاور کابلی بازار، پشاور، ۲۰۲۱ء، ص:۹۱-۹۰

۴۔ سبحان اللہ، ڈاکٹر، جدید معاشرتی رویے اور ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار کی افسانہ نگاری، زبان و ادب (جلد ۰۱ شمارہ ۱۵) گورنمنٹ کالج فیصل آباد، ۲۰۲۲ء، ص:۱۶۵

۵۔ اظہار اللہ اظہار، ڈاکٹر، دوام، ایکسپرٹ گرافکس، صدف پلازہ، پشاور۔ ۲۰۲۴ء، ص:۴

۶۔ محمد صدیق رؤف اخونزادہ، کچہری کی جھلکیاں، جنید کمپوزنگ ہاؤس چارسدہ روڈ، مردان، ۲۰۱۰ء، ص:۱۳

۷۔ محمد صدیق رؤف اخونزادہ، کچہری کی باتیں، جنید کمپوزنگ ہاؤس چارسدہ روڈ، مردان، ۲۰۱۱ء، ص:۶۴

۸۔ محمد ارشد سلیم، شامِ بہاراں، کتاب کور چارسدہ پختونخوا، ۲۰۱۸ء، ص:۷

۹۔ ایضاً، ص:۱۲۴

۱۰۔ ایضاً، ص:۱۳۲

۱۱۔ عاطف مراد، اپنوں سے دور (ارمغانِ اقراء) سائل پرنٹر شبقدر، چارسدہ، ۲۰۱۹ء۔ ص:۱۹

۱۲۔ ایضاً، ص:۲۰

۱۳۔ عاطف مراد، حیرت کدہ، (ارمغانِ اقراء) سائل پرنٹر شبقدر، چارسدہ، ۲۰۱۹ء۔ ص:۲۳